B. A. Part II

page- I

Date - 13.07.2020

Topic - Ude Hindi se Motaallaque waqfeat

"عود ہندی" سے متعلق واقفیت

مرزا اسد اللہ خان غالب صرف ایک شاعر کی حیثیت سے ہی مشہور و معروف نہیں ہیں بلکہ خطوط نگاری میں دنیائے اردو ادب میں بھی اب تک ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ انہوں نے اردو میں خطوط نگاری کا ایک نیا باب کھولا۔ انہی کے خطوط کا مجموعہ "عود ہندی" کے نام سے نول کشور لکھنؤ مطبع سے شائع ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں مرزا غالب کے ۱۲۳ خطوط ہیں۔ جو ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ میں شائع ہوئی اور اردو دنیا میں مقبول ہوئی۔

اس مجموعہ میں مرزا غالب نے اپنے دوستوں کے نام بے تکلف مراسلہ نگاری کیا ہے، ویسے تو مرزا غالب نے اپنی کتاب "عود ہندی" میں تقریباً اپنے چالیس رفقاء سے مراسلت کیا ہے۔ جس میں سب سے زیادہ میر مہدی کے نام (۳۱) اکتیس خطوط لکھے۔ چودھری عبدالغفور کے نام (۲۶) چھبیس خطوط لکھے ہیں۔ جب کہ خان بہادر مشفق کے نام تقریباً بھی خطوط کو شامل کیا ہے۔ اسی طرح خواجہ غلام غوث کے پاس ۲۵ خطوط لکھے ہیں۔

اس مجموعہ میں مرزا غالب نے اپنے دوستوں کے نام بے تکلف مراسلہ کیا ہے۔ ویسے تو مرزا غالب نے اپنی کتاب عود ہندی میں تقریباً ۴۰ رفقاء سے مراسلت ان کا کام کیا ہے اردو کے نثری ادب میں غالب نے مراسلہ نگاری کی ایسی بے مثال بنیاد ڈالی جس کی دلفریبی آج بھی اردو دنیا میں قائم و دائم ہے۔ اور آج بھی اہل نظر سے خراج تحسین وصول کرتی ہیں۔ اور یہ مقبولیت دن بدن بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ علامہ حالی تو یہاں تک کہہ گئے۔

"مرزا کی شہرت اور ناموری کا دار و مدار ان کی اردو و فارسی شاعری پر نہیں اردو مکتوب نگاری پر ہے"

لیکن حالی سے اتفاق ناممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غالب شاعر ہوتے تب بھی اور مکتوب نگار ہوتے تب بھی، اردو ادب میں ان کا رتبہ وہی ہوتا جو آج ہے۔

اس بارے میں خواجہ احمد فاروقی کی رائے کافی مناسب ہے۔

"خاکم بدہن اگر دیوان غالب نہ ہوتا اور صرف خطوط غالب ہوتے تو بھی غالب غالب ہی رہتے"

حقیقت یہ ہے کہ مرزا اسد اللہ خان غالب کو اپنی شاعری کے مساوی اپنے خطوط پر بھی ناز تھا۔ انہوں نے مراسلہ نگاری کے اس جدید طرز ادا کے موجد بھی وہی ہیں۔ اور یہ کہ ان سے قبل کسی نے اس طرح دلکش مراسلہ نگاری نہیں کیا۔

غالب اپنے خطوط کے متعلق لکھتے ہیں :

"میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا میں نے جانا وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جو اطراف وجوانب سے دو چار خط نہیں آرہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن ان کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گذر جاتا ہے"

سچی بات یہ ہے کہ غالب نے تفنن طبع کے لئے مراسلہ نگاری کا آغاز کیا۔ انہیں تو وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ دوست و احباب کے درمیان اس کی مقبولیت اتنی بڑھ جائے گی کہ لوگ اسے بیش قیمت سرمایہ سمجھ کر محفوظ کرنے کی تدابیر کر رہے ہیں۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ ان خطوط کو زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش و جستجو کر رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں غالب کے شاگرد سب سے پہلے منشی شیو نرائن آرام نے غالب کے نام اپنے کسی خط میں ان خطوط کی اشاعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور یہ تجویز غالب مرزا غالب کو پسند نہ آئی تو جواب میں یوں تحریر فرمایا۔

"اردو کی جو تحریر آپ چھپوایا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے کہ کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ میں نے قلم سنبھال کر لکھا ہوگا۔ ورنہ صرف تحریر ہی سرسری ہے۔ اس کی اشاعت میری سخن وری کے شکوہ کے منافی ہے۔ اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا جانا میرے خلاف طبع ہے۔"

مندرجہ بالا خط میں غالب نے اپنے خطوط کی عدم اشاعت کی رائے کا اظہار تو کر دیا لیکن بہی خواہوں اور پرستاروں کا جذبہ اس کے آگے نہیں جھکتا ہے۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ دوست و احباب ان خطوط کی اشاعت کے ہی درپے ہیں۔ اس وجہ سے وہ قلم ذرا سنبھال کر لکھنے لگے۔ دوسری طرف دوست و احباب اپنی رائے پر قائم و دائم رہا، اور شاید باہم مشورہ بھی شروع کر دیا۔ ان میں منشی نرائن اور مرزا ہرگوپال تفتہ پیش پیش تھے۔ اس بار آرام نے نہیں بلکہ تفتہ نے اشاعت سے متعلق لکھا تو جواب میں مرزا غالب یوں رقمطراز ہوئے۔

"رقعات کے چھاپنے میں ہماری خوشی نہیں ہے۔ لڑکوں کی سی ضد نہ کرو۔ اگر تمہیں اس میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو، تم کو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رائے ہے۔"

مندرجہ بالا مراسلہ میں انہوں نے یہ تحریر تو کر دیا کہ "یہ میرے خلاف رائے ہے" لیکن اب وہ یکلخت اور مشتاق نظر آتے ہیں۔ جب شاگرد، دوست اور احباب نے ان کے خطوط کی اشاعت کے لئے کمر باندھ لیا تو غالب بھی خطوط کی فراہمی میں معاون و مددگار ہو گئے۔

اس خطوط غالب کا پہلا مجموعہ "عود ہندی" ان کی وفات سے پونے چار مہینے قبل شائع ہوئی۔ ان کا دوسرا مجموعہ "اردوئے معلی" کی اشاعت کا آغاز تو ان کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ لیکن تکمیل کا مرحلہ ان کی وفات کے بعد عمل میں آیا۔ خطوط کے متعدد مجموعے اس کے بعد شائع ہوئے۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

خصوصیات

مرزا غالب سے زمانے تک مکتوب نگاری کے جس انداز کا رواج تھا اسے وہ "محمد شاہی روش" کہتے تھے۔ اور اس روش کو وہ بے حد ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار وہ میر مہدی مجروح کو لکھتے ہیں۔

"تم کو خط نویسی کی "محمد شاہی" روش زیادہ پسند ہے کہ یہاں خیریت ہے۔ وہاں کی خیریت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا جی خوش ہوا۔"

غالب نے مکتوب نگاری میں پرانے اور فرسودہ روش سے دامن بچایا۔ اور اس روش سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ غالب نے لمبے لمبے القاب ترک کرکے مختصر القاب لکھنے کی بنیاد ڈالی۔ مثلاً۔ بھائی، میاں، برخوردار، صاحب، میری جان، وغیرہ وغیرہ۔

کہیں یہ بھی نرالہ انداز اختیار کیا ہے "یوسف مرزا، اجی تفتہ جی، میاں مرزا تفتہ وغیرہ۔

بات چیت کا انداز

خط کو نصف ملاقات کہا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں مکتوب نگاروں نے تضییع اوقات سے کام لیا اور عبارت آرائی کا جامہ پہنایا۔ بے تکلفی سے محروم کر دیا۔ غالب نے ایسا انداز اختیار کیا جیسے دو لوگ روبرو باتیں کر رہے ہیں۔ گویا انہوں نے خط کو نصف ملاقات نہیں بلکہ مکمل ملاقات بنا دیا۔ اور اس پر انہیں بجا طور پر فخر تھا۔

اس سلسلے میں مرزا حاتم علی مہر کو بڑے ہی فخریہ انداز میں یوں لکھتے ہیں۔

"مرزا صاحب! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے
کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ ہزار کوس سے بزبانِ قلم باتیں کیا کرو،
ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو"

مرزا ہرگوپال تفتہ کو یوں لکھتے ہیں۔

"بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کاہے کو ہے مکالمہ ہے"

الغرض مرزا غالب نے مراسلہ نگاری کا ایک نیا اور اچھوتا انداز اختیار کیا۔ جس کی مثال کسی بھی ادیب کے یہاں نہیں ملتی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں بھی کوئی ایسا ادیب تاریخ اردو ادب میں نہیں ہے جو اس روش کو اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ موجودہ دور کے ادبا میں صلاحیت کا فقدان ہے۔ اور خال خال با صلاحیت ادبا نظر آتے بھی ہیں تو اس روش کو اختیار کرنے سے قاصر ہیں۔ اس کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ مراسلہ نگاری کا دور اب مفقود ہو چکا ہے۔ اب تو موبائل اور انٹرنیٹ کا دور دورہ ہے اس وجہ سے مراسلہ نگاری کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دیتا۔ گویا خطوط نگاری ایک بیتے زمانے کے ایک فن کی حیثیت سے پڑھی اور سمجھی جاتی ہے ——— وغیرہ وغیرہ۔